

آئینہ جب کسی کو دکھانے لگو
پہلے اپنی شکل اس میں دیکھا کرو

پروفیسر طاہر علی الہاشمی خاں و کذاب کی علمی خیانتوں، تحقیقی نامیوں اور تصنیفی
بددیانتیوں کو بے نقاب کرنے والی معرکہ آراء کتاب
... پروفیسر طاہر ہاشمی کی علمی خیانتیں...
کے جواب کے طور پر... آئینہ... کے عنوان سے فیس بک پر نشر ہونے
والے ایک بوکلاہٹ نامے کا تحقیقی جائزہ

بعنوان

آئینہ در آئینہ

مرتب:

حافظ عبید اللہ الحسینی

PDF...E-Book

صفدر پبلی کیشنز

آئینہ در آئینہ

کھ... حافظ عبید اللہ الحسینی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پروفیسر طاہر ہاشمی کی علمی خیانتیں... کہنے کو تو یہ مولانا محمد اُسامہ حنفی صاحب کا ایک کتابچہ ہے مگر اس نے ناصبی ایوانوں میں وہ زلزلہ برپا کر دیا ہے جس کے جھٹکے تادم تحریر سوشل میڈیا پر ناصبی حلقوں میں واضح طور پر محسوس ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑا جھٹکا تو اس وقت لگا جب حنفی صاحب کی مادرِ علمی، جامعہ خیر المدارس ملتان کے ترجمان جریدے ”ماہ نامہ الخیر“ نے ربیع الثانی 1442ھ / دسمبر 2020ء کے شمارے میں ان کے اس کتابچے پر ایک بھرپور تائیدی تبصرہ شائع کیا۔ الخیر کے مدیر مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ العالی، استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان سے جان پہچان اور تعلق کی وجہ سے ناصبی ٹولے کو ان کے رسالے میں اس کتابچے پر تبصرہ شائع ہونے کی ایک فی صد بھی امید نہیں تھی۔ چنانچہ جیسے ہی یہ تبصرہ عام ہوا، ناصبی حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اس تبصرے سے اعلانِ براءت کرنے اور اس پر اعتذار شائع کرنے کے لیے مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ پر دباؤ ڈالا جانے لگا۔ جب وہ اس کو خاطر میں نہ لائے اور ذاتی تعلقات کو مسلکِ حق کے اظہار و تائید میں رکاوٹ نہ بننے دیا۔ اس کتابچے کا تحقیقی جواب تو بجز اللہ کسی سے نہ بن پڑا لیکن کیا ہے کہ خاموش رہنے میں سبکی بھی بہت تھی، لہذا ایک صاحب کو تیار کیا گیا اور انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے فیس بک پر آئینہ کے نام سے قسط وار ٹاٹرا خانی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ میں نے پہلے پہل تو تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بعض ساتھیوں کی وساطت سے اس کی چند اقساط ملاحظہ کیں مگر جلد ہی معلوم

ہو گیا کہ یہ صرف ذوقِ یادہ گوئی کی تسکین کا سامان ہے۔ ورنہ اس سلسلہ ہرزہ سرائی کے پیچھے کار فرما اصل حقیقت تو یہ ہے:

گو جواب ان کے سوالوں کا مرے پاس نہیں
دل کے بہلانے کا سامان تو کرنا ہو گا

مگر جب یہ ہفوات اکابر پر تبر ابازی میں بدلیں اور دجل بیچ چوراہے میں ناپنے لگا تو ساتھیوں میں بات چلی کہ اس کی حقیقت سامنے لانی چاہیے۔ اصولاً تو مولانا سامہ حنفی صاحب کو اس کا جائزہ لینا چاہیے تھا لیکن معلوم ہوا ہے کہ وہ سوشل میڈیا سے فی الحال دور ہیں۔ سو میں نے اب تک منظرِ عام پر آنے والی 25 اقساط جمع کیں اور ان کے جائزے کے طور پر یہ چند صفحات تحریر کیے ہیں۔ کور فہم ناصبیوں کے لیے تو دعا ہی کی جا سکتی ہے، البتہ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند سے عقیدے اور عقیدت کا مضبوط تعلق رکھنے والے احباب کی لیے ان شاء اللہ یہ تحریر آئینہ کے نام سے فیس بک پر پھیلائی جانے والی آلودگی کا مؤثر تدارک اور ناصبی دجل و تلبیس کا کافی وافی علاج ثابت ہوگی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے اور ضد، جہالت، کم فہمی اور بدگمانی کے مریضوں کو شفا نصیب فرمائے۔ اللہ ہمیں مرتے دم تک اپنے اکابر کے مسلک سے وابستہ رکھے اور ان سے بدگمانی اور ان کے خلاف بدزبانی سے محفوظ رکھے جو کسی بھی نام نہاد محبِ صحابہ سے بڑھ کر صحابہ کرام سے محبت کرتے تھے اور کسی بھی نادان وکیل سے بڑھ کر ان قدسی ہستیوں کی وکالت کرتے تھے۔

آمین برحمتہ رب العالمین

آئینہ یا بوکھلاہٹ نامہ؟

میں نے جب زیرِ نظر فائل کے سائز کا صفحہ سیٹ کر کے اس آئینے کی pdf بنائی تو کل 238 صفحات بنے۔ اندازہ کیجئے کہ درجہِ رابعہ کے ایک طالب علم کے 80 صفحات پر مشتمل کتابچے کو کتنا سرپر سوار کیا گیا ہے؟ پھر یہ تو 25 اقساط کا حال ہے! ابھی یہ بوکھلاہٹ کا مظاہرہ اور چیخ پکار کا سلسلہ رکا نہیں۔ دیکھئے، لطف لیجئے اور اس مسلسل نوحہ گری اور ہائے ہائے سے حنفی صاحب کے کتابچے کی افادیت اور اثر انگیزی کا اندازہ کیجئے۔

نوٹ:

(1) میں نے اس تحریر میں اس بات کو خصوصی طور پر مدِ نظر رکھا ہے کہ صرف ان باتوں کا جائزہ لیا جائے جن کا تعلق زیرِ بحث کتابچے سے ہے۔ ضخامت بڑھانے اور خفت مٹانے کے لیے جو پرانی راگنیاں سنائی گئی ہیں اور ادھر ادھر کی بے تکی ہانگی گئی ہیں، انہیں خروج عن المبحث سے بچنے کے لیے فی الحال ایک طرف کر دیا ہے۔

(2) جن امور کی تحقیق مولانا اسامہ حنفی صاحب سے ہی ہو سکتی تھی، انہیں براہِ راست اُن سے معلومات لے کر درج کیا گیا ہے۔

شیریں زبانی و سنجیدہ بیانی

سنجیدہ طرزِ بیان اور باوقار اسلوبِ تنقید ہمیشہ اہل علم کی شان رہی ہے۔ اگرچہ ایک زندہ دل اور خوش ذوق انسان کے تحریری اسلوب میں، خصوصاً جب وہ تنقیدی ہو، طنز و تعریض کے نشیب و فراز آجاتے ہیں مگر ان میں گھٹیا الفاظ اور خسیس

بازاری انداز سے اجتناب ایک بازاری گپ باز اور ایک باوقار تنقید نگار میں فرق کرتا ہے۔ ایک شخص اپنی بد فہمی کی وجہ سے اب تک کے تقریباً تمام چوٹی کے علماء اہل السنہ و الجماعہ کو اپنی خود ساختہ بنیادوں پر گستاخی صحابہ جیسا سنگین الزام عائد کرتا ہے۔ اب اس کے جواب میں اگر کوئی اس کی علمی و تحقیقی صلاحیت واضح کرتا ہے تو اس کے حلقے میں کم از کم اتنا تو حوصلہ ہونا چاہئے کہ وہ اس پر کچھ لکھتے ہوئے ہوش و حواس بحال رکھیں اور ایسی زبان استعمال نہ کریں جو ان کی حقیقت سے پردہ اٹھا دے۔ یہ سطور اس لیے رقم کی ہیں کیونکہ آئینہ ساز نے پہلے قسط نمبر 8 میں ایک مرتبہ اور قسط نمبر 23 سے پہلے ماہ نامہ لولاک کے تبصرے کا ذکر کرتے ہوئے دو مرتبہ؛ گویا کل تین مقامات پر ایک لفظ استعمال کیا ہے:

”منجی ٹھو کنا“

یہ ہے موصوف کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان اور باوقار ناقدانہ اسلوب! کیا علمی طرزِ تنقید، خواہ وہ طنزیہ ہی کیوں نہ ہو، اس کی اجازت دیتا ہے؟ معلوم نہیں کہ یہ طرزِ بیان وہ دہلی و لکھنؤ کے ادیبوں سے سیکھ کر آئے ہیں یا ہاشمی صاحب کی صحبتِ نامبارک کا اثر ہے؟ یا کہیں موصوف کا تعلق اسی قماش سے تو نہیں جس کے لوگوں میں یہ اصطلاحِ زبانِ زد عام ہے۔ لگتا تو یوں ہی ہے کہ درجہِ رابعہ کے ایک طالب علم نے اتنا حواس باختہ کر دیا ہے کہ بوکھلاہٹ کے مارے اب دل و دماغ کی سڑاند اور افکار و خیالات کا تعفنِ قرطاس پر ظاہر ہو رہا ہے۔

مدیر ”الخیر“ اور آئینہ ساز

الخیر میں جب اس کتابچے پر تبصرہ چھپا تو ابھی چونکہ امید تھی کہ شاید مدیر صاحب دباؤ قبول کر کے اس سے رجوع کر لیں، لہذا ان دنوں کی پوسٹوں میں ان کا ذکر

”مولانا“ کے سابقے اور ”مدظلہ“ کے لاحقے سے کیا گیا۔ مگر جب انہوں نے اس دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے آئینہ ساز کو بلاک کر دیا تو بات ”مولوی ازہر صاحب“ تک آ گئی۔ عرف پہلی اور دوسری تعبیر میں جو فرق کرتا ہے، اسے ملحوظ رکھا جائے تو انداز کی تبدیلی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے۔

قسط: 1 کا باب

”علمی خیانتیں“ کی تالیف کا حال:

آئینہ ساز لکھتے ہیں:

”الغرض! یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسامہ حنفی کے نام سے 80 صفحات پر مشتمل جو کتابچہ شائع کیا گیا ہے، یہ دراصل مولوی الیاس گھسن اور مولوی انور اکاڑوی کی ہدایت پر لکھا گیا ہے“

در اصل ناصبی طبقے کو ابھی تک اس بات پر یقین نہیں آ رہا کہ کیا درجہ رابعہ کا ایک طالب علم بھی ان کی اتنی طبیعت صاف کر سکتا ہے؟ اس لیے مسلسل یہ شور مچا رہے ہیں کہ ”یہ دراصل مولوی الیاس گھسن اور مولوی انور اکاڑوی کی ہدایت پر لکھا گیا ہے“

حضرت متکلم اسلام مدظلہ نے مؤلف کو ردِ ناصبیت پر کام کرنے کی ترغیب تو دی تھی جیسا کہ انہوں نے اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا ہے، باقی یہ سراسر کذب و افتراء ہے کہ خاص یہ کتابچہ ان کی یا اکاڑوی صاحب کی ہدایت پر لکھا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر دو حضرات کو اس کتابچہ کا علم بھی تب ہو جب اس کا مسودہ ان کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے پیش کیا گیا۔ سو ناصبی ٹولہ خاطر جمع رکھے، بڑوں کو تکلیف دینے کی

ضرورت نہیں، ان شاء اللہ اب ایسے جاہل، بد فہم اور فارغ لوگوں کے لیے درجہ رابعہ کے لڑکے ہی کافی ہیں۔ ابھی تو ایک 80 صفحات کا کتابچہ ہی سامنے آیا ہے اور ناصبی پارٹی حواس گم کر بیٹھی ہے، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ جی ہاں! بہت تبرابک لیا تم نے علماء دیوبند پر۔ وہ دور گزر گیا جب تمہاری ہفتوات کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ اب ان شاء اللہ گستاخ زبانوں کو لگام ڈالی جائے گی، ڈنکے کی چوٹ پر تمہاری جہالتوں کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا، تمہاری خیانتوں کو زیرِ بحث لایا جائے گا اور تمہارے دجل کا پردہ چاک کیا جائے گا۔

وہ دن گئے جب ہر اک ستم کو ادائے محبوب کہ کے خوش تھے
اب آئے گی کوئی اینٹ ہم پہ تو پتھر اس کا جواب ہو گا

اور اب تو ہاشمی صاحب کی روح بھی یوں بین کرتی ہوگی:
ہوئے ہم جو مر کے رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

قسط: 2 کا جائزہ

متکلم اسلام حفظہ اللہ پر اعتراض اور اس کا جائزہ:

آئینہ ساز لکھتے ہیں:

”گذشتہ دنوں گھمن صاحب کا ایک وڈیو کلپ ایک دوست نے واٹس اپ کیا جس میں موصوف ”یزید“ کی بیعت کے بارے میں اپنی علمیت بکھیرتے ہوئے کہتے ہیں:

”ہم حسینی ہیں، یزیدی ہر گز نہیں... اب سوال ہوتا ہے کہ اگر یزید فاسق

تھا تو صحابہؓ نے اس کی بیعت کیوں کی؟“

(تو اس کا جواب دیتے ہوئے مولوی گھسن صاحب موصوف کہتے ہیں):

”بیعت ہونا دلیل تقویٰ نہیں، صحابہؓ کا اختلاف اجتہادی تھا، صحابہؓ کا ذوق یہ

تھا کہ ایک بندے میں فسق بھی ہو اور ساتھ تدبر بھی ہو، تو امور خلافت چلانے کے لیے تدبر چاہئے، تقویٰ نہیں۔۔۔ تو انہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) ناقل) کہا کہ اگرچہ تقویٰ نہ بھی ہو، اس کو خلافت کے امور دے دو تا کہ امور سلطنت چلتے رہیں۔۔۔ ہم یزید کے کافر ہونے کی بات نہیں کرتے، بلکہ فاسق ہونے کی بات کرتے ہیں۔“ ...

پھر اسی ”ویڈیو“ میں موصوف فرماتے ہیں:

”جن دنوں لال مسجد کا قضیہ تھا، ساتھی کہنے لگے کہ آپ کی رائے کیا

ہے؟ حضرت غازی عبدالرشید کا کردار حسین (رضی اللہ عنہ) والا تھا اور پرویز مشرف کا کردار یزید والا تھا۔ آپ کس کردار کے حامی ہیں؟۔۔۔

میں نے کہا کہ ایک کردار اور بھی تھا، جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا،

کہنے لگے وہ کون سا؟۔۔۔ میں نے کہا جب حضرت حسین (رضی اللہ عنہ)

نکلے تو کسی نے روکا بھی تھا؟ وہ کون تھے؟ صحابہ تھے۔۔۔ حضرت حسین (رضی اللہ

عنہ) کے ساتھ تھوڑے نکلے یا سارے نکلے؟۔۔۔ سامنے یزید، ادھر حضرت حسین

(رضی اللہ عنہ)

باقی جمہور صحابہؓ۔۔۔ ادھر غازی عبدالرشید، ان کا کردار حسینؓ والا، اُدھر

پرویز مشرف، اس کا کردار یزید والا، اور جمہور علماء کا کردار، جمہور صحابہ والا، پوری بات

کرونا۔۔۔

(مولوی الیاس گھسن صاحب کی تقریر کا ”ویڈیو کلپ“ ہمارے پاس محفوظ

(ہے)

قارئین کرام! اب ان خود ساختہ اور نام نہاد ”متکلم اسلام“ صاحب کی باتوں پر غور کریں:

یہ بتا رہے ہیں کہ جن صحابہ کرامؓ نے یزید کو خلیفہ بنایا یا اس کی بیعت کی وہ پہلے سے جانتے تھے کہ یہ ”فاسق“ ہے، لیکن چونکہ اُمور خلافت چلانے کے لیے تقویٰ کی نہیں بلکہ تدبیر کی ضرورت ہے (یہاں موصوف یہ تسلیم کر گئے کہ صحابہؓ کے خیال میں یزید بن معاویہؓ کے اندر اُمور خلافت چلانے کے لیے تدبیر پایا جاتا تھا) تو صحابہ کرامؓ نے اس ”فاسق“ کو جانتے بوجھتے ہوئے خلیفہ بنا دیا۔۔۔

اب ”مسلم اہل سنت والجماعہ“ کے خود ساختہ ”عالمی وکیل“ اور ”متکلم اسلام“ صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا ایک فاسق شخص کو جان بوجھ کر صرف ”تدبیر“ دیکھ کر خلیفہ بنانا جائز ہے؟؟

امام قرطبی رحمہ اللہ، حاکم (امام) کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”الْحَادِي عَشَرَ: أَنْ يَكُونَ عَدْلًا. لِأَنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنِ الْأُمَّةِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ تَعْقُدَ الْإِمَامَةَ لِفَاسِقٍ۔۔۔ (الجامع لأحكام القرآن (تفسير قرطبي) جلد 1 صفحہ 270، طبع قاہرہ)

گیارہویں شرط یہ ہے: (جسے حاکم بنایا جا رہا ہے) وہ عادل ہو، کیونکہ امت میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ فاسق کو امام یعنی حاکم بنانا جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے خلیفہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے ایک شرط یہ بیان کی ہے کہ:

”خلیفہ عادل ہو، کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔“ (ازالہ الخفاء: ج 1 ص 20 مترجم اردو)

اور پھر ساری شرائط ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ:

”اگر کسی ایسے کو خلیفہ بنائیں جن میں یہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں تو اس کی

خلافت کے بانی گناہگار ہوں گے۔“ (حوالہ مذکور، صفحہ 23)

جس سے ثابت ہوا کہ کسی ایسے شخص کو جان بوجھ کر خلیفہ بنانا جو کبیرہ

گناہوں سے پرہیز کرنے والا نہ ہو (جسے فاسق کہا جاتا ہے) یہ گناہ کا کام ہے۔

تو کیا یہ ”متکلم اسلام“ صاحب، جمہور صحابہؓ کے دفاع کے نام پر یہ نہیں

ثابت کر رہے کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے ایک فاسق کو خلافت صرف اس لئے

سوچی اور اس کی بیعت اس لئے کی کہ اگرچہ وہ فاسق ہے لیکن اس میں امور سلطنت

چلانے کے لیے جو تدبیر درکار ہے وہ پایا جاتا ہے؟؟ پھر سانحہ لال مسجد کا ذکر کر کے خود یہ

بتا رہے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے قضیہ میں ایک طرف ”حسینی“

تھے اور دوسری طرف ”یزیدی“ تھے اور ایک تیسرا کردار ”جمہور صحابہ“ کا تھا۔۔۔

جیسے لال مسجد قضیہ میں تیسرے فریق ”جمہور علماء“ کا کردار تھا۔۔۔

اب مولوی گھمن صاحب موصوف اور اس کے کارندے یہ بتائیں کہ وہ

”جمہور صحابہ“ اور ”جمہور علماء“ کے موقف کو قبول کرتے ہیں یا مسترد کرتے

ہیں؟؟؟ اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز کیا مولوی الیاس گھمن صاحب یہ

ثابت کر سکتے ہیں کہ جمہور صحابہؓ نے کہیں یہ فرمایا ہو کہ ”ہم جانتے ہیں کہ یزید فاسق

ہے لیکن چونکہ اس میں امور خلافت چلانے کے لیے درکار تدبیر پایا جاتا ہے اس لیے ہم

نے اس کی بیعت کر لی“؟؟؟

یہ بھی جمہور صحابہؓ پر گھمن صاحب کا زرا بہتان ہے۔

تو یہ ہیں ”عالم اسلام کی عظیم روحانی اور نظریاتی شخصیت، مسلک اہل سنت

والجماعت احناف دیوبند کے عالمی وکیل اور ترجمان اور متکلم اسلام“ کا اس موضوع

کے بارے میں ”مبلغ علم“، موصوف نے صریح طور پر ”جمہور صحابہؓ“ پر یہ الزام لگا دیا کہ وہ جانتے تھے کہ یزید فاسق ہے لیکن چونکہ امور سلطنت چلانے کے لیے درکار تدبیر یزید کے اندر موجود تھا اس لیے صحابہ کرامؓ نے اس کے فسق کا علم ہوتے ہوئے اس کی بیعت کی تھی۔“

پہلی بات تو یہ ہے کہ فاسق کو حکومت سپرد کرنا اجتہادی مسئلہ ہے اور علماء میں مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ مسئلہ اجتہادی ہے کہ فاسق امام ہو سکتا ہے کہ نہیں؟“

امداد الفتاویٰ، مطبوعہ زکریا بک ڈپو انڈیا۔ ج: 9، ص: 164

نیز اس مقام پر حاشیے میں ابن ہمام کی یہ عبارت بھی المسایرہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے:

”وعند الحنفیة، لیست العداۃ شرطاً للمصلحة، فیصح تقلید الفاسق مع الکراهة“

”اور حنفیہ کے ہاں عادل ہونا صحتِ امامت کی شرط نہیں، لہذا فاسق کو امامت سپرد کرنا بکراہت جائز ہے۔“

نیز فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ”ہدایہ“ کے حاشیے میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”يجوز ان يكون الفاسق حاکماً“

”جائز ہے کہ فاسق حکمران ہو جائے۔“

الہدایہ... ج: 3، ص: 6، مطبوعہ مکتبہ البشریٰ کراچی (کتاب النکاح)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ فاسق کو حکمران بنانا اجتہادی مسئلہ ہے تو پھر سیدھی سی بات ہے کہ یزید کو باوجود فسق کے حکمران بنانا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا۔

چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ خلافت کے متعلق یہ تھا کہ جس کسی کو مملکت کے انتظام کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ ہو، گو اس سے افضل ہوں تو دوسروں سے اس کا خلیفہ بنانا افضل ہے۔ اس بات پر نظر رکھتے ہوئے یزید کو انہوں نے دوسروں سے افضل جانا۔“

(قاسم العلوم مع ترجمہ انوار النجوم، مطبوعہ ناشران قرآن لاہور: ص 174)

اور خود آئینہ ساز قسط نمبر: 24 میں لکھتے ہیں:

”زیر بحث ”اعتراض“ کے آغاز میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے پہلے حصہ میں موصوف نے ”استخلاف یزید“ کے مسئلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بہترین دفاع کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضل حضرات کی موجودگی میں ”انتظام مملکت“ کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ رکھنے والے کو ”خلافت“ کے لیے نامزد کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنا زیادہ سے زیادہ ”ترک افضل و ترک اولی“ کے حکم میں ہے جو ایک جائز امر ہے۔“

اور وکیل صحابہ حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حلی اشکال

گوصاحبہ کرام کو چھوڑ کر یزید کو خلیفہ بنانے کا پہلو بظاہر سخت قابل اعتراض ہے اور اسی بنا پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ سے فرمایا تھا کہ یہ سخت قیصر و کسریٰ ہے نہ کہ سخت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما لیکن ایک دوسرا پہلو ایسا ہے جس کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوزیشن مجرد نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ ہے کہ سابقہ جنگ جمل اور جنگ صفین کی لڑائیاں ان کے اور دیگر صحابہ کرام کے سامنے تھیں جن میں ہزار ہا مسلمان شہید ہوئے تھے۔ شام بنو امیہ کا مضبوط مرکز تھا اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے جتنی خلیفہ راشد کے سامنے بھی سر تسلیم خم نہیں کیا تھا۔ ان حالات میں اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے یا انتخاب خلیفہ کے لئے شوریٰ کا تقرر کرتے تو اتفاق بہت مشکل تھا۔ شامی مرکز کی طرف سے پھر اس کی شدید مزاحمت کا خطرہ تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے اجتہاد میں اھون البلیتین پر عمل کیا۔ یعنی دو متوقع مصیبتوں میں سے کمزور مصیبت کو اختیار کیا۔ اگر یزید کو ولی عہد مقرر نہ کیا جاتا تو عوامانی امیہ کی طرف سے شدید مخالفت ہوتی جس کے نتیجہ میں بہ نسبت جمل اور صفین کے زیادہ خونریزی کا خطرہ تھا۔ تو امت مسلمہ کو مزید تفرقہ و انتشار اور جنگ و قتال

سے بچانے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا تدبیر سے یہی راستہ اختیار کیا۔ ہم اس سخت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلوص نیت میں شبہ نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ اس کو اجتہادی غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مدنی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غیر معصوم ہیں۔ اگر ان سے دوبارہ استحقاق خلافت اور شروط خلافت غلطی اجتہادی ہو جائے اور وہ یزید کو مستحق خلافت سمجھ کر ناجائز و فرما دیں یا یہ کہ خلافت میں قریشیت، اسلام، حریت، بلوغ اور حسن تدابیر انتظام ہی کو شرط سمجھیں۔ فتویٰ اور دیانت ضروری قرار دیں تو کیا اس پر گرفت سے بچ نہیں سکتے؟

ابن خلدون کی رائے (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۹۰)

اور مشہور محقق مورخ ابن خلدون نے بھی یہی توجیہ پیش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مصلحت کے ماتحت ولی عہد چنا تھا کیونکہ بنو امیہ کے ارباب حل و عقد کا یزید کی ولی عہدی پر اتفاق تھا کیونکہ اس وقت بنو امیہ اپنے سوا کسی اور کے لیے خلافت نہیں چاہتے تھے۔ بنو امیہ قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اور یہی ارباب اقتدار تھے اس لئے انہیں میں سے ولی عہد چنا گیا اور جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انہیں نظر انداز کر دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد میں جو شارع کے نزدیک نہایت اہم ہے خلل نہ آئے اور ملک میں انتشار نہ پھیلے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی حسن نین رکھنا چاہیے کیونکہ آپ کی عدالت اور صحبت رسالت کا یہی تقاضا ہے اور پھر بڑے بڑے صحابہ کا اجتماع اور ان کی خاموشی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بدگمانی سے بری ہیں کیونکہ صحابہ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ حق سے چشم پوشی کریں اور مروت سے کسی کے ساتھ نرمی برتیں (مقدمہ ابن خلدون مترجم جلد دوم ص ۲۷) اور افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت و خلافت جائز ہے اس لئے صحابہ کرام نے ملت کو افتراق و انتشار سے بچانے کے لئے یزید کی خلافت گوارا کر لی۔

باقی جمہور صحابہ نے جو یزید کی بیعت کی اور اسے برقرار بھی رکھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اسے فاسق بھی نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر صحابہ یزید کو فاسق کی بجائے عادل و صالح سمجھتے تو حضرت حسین و ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف یزید کا بھرپور ساتھ دیتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اگرچہ جمہور صحابہ نے حضرت حسین و ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے اجتہاد سے اتفاق نہیں کیا لیکن ان کے مقابلے میں یزیدی فوج میں بھی شامل نہیں ہوئے اور نہ ہی ان کے خلاف عوام کو اکسایا بلکہ الگ غیر جانب دار ہو گئے۔ تو بہر حال! جمہور صحابہ کے یزید کو خلیفہ مان لینے سے اس کا فاسق نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

”اب مولوی گھمن صاحب موصوف اور اس کے کارندے یہ بتائیں کہ وہ ”جمہور صحابہ“ اور ”جمہور علماء“ کے موقف کو قبول کرتے ہیں یا مسترد کرتے ہیں؟؟؟ اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔“

اس کا جواب صاف ہے کہ اس موقع پر جمہور صحابہ نے اگرچہ یزید پلید کا ساتھ نہیں دیا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس لیے روکا کیونکہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی اس جدوجہد سے، جو اگرچہ اپنی جگہ اخلاص پر مبنی ہے، فائدے کی نسبت نقصان زیادہ ہو گا۔ اور وقت نے ان کے اس موقف کی تصدیق کر دی۔ اور اسی طرح جمہور علماء نے اگرچہ مشرف ملعون کا ساتھ نہیں دیا مگر لال مسجد والوں اس لیے روکا کیونکہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی اس جدوجہد سے، جو اگرچہ اپنی جگہ مخلصانہ ہے، فائدے کی نسبت نقصان زیادہ ہو گا۔ اور وقت نے ان کے اس موقف کی تصدیق کر دی۔ سو ہم جمہور صحابہ اور جمہور علماء دونوں کے موقف کو قبول کرتے ہیں۔ آپ سے بھی سوال کیا جاسکتا ہے کہ شاید وہاں جمہور صحابہ والا موقف تو آپ قبول کر لیں لیکن کیا یہاں جمہور علماء والا موقف آپ کے حلقے

نے قبول کیا؟

قسط: 3 کا جائزہ

مفتی محمد انور اوکاڑوی حفظہ اللہ پر اعتراض کا جائزہ:

وکیل احناف مفتی محمد انور اوکاڑوی حفظہ اللہ نے حنفی صاحب کے کتابچے پر تقریظ میں تحریر فرمایا تھا:

”بہت سے فرقے پاکستان بننے کے بعد معرض وجود میں آئے۔ ان میں سے ایک فرقہ حامیانِ یزید کا ہے جس کے بانی محمود احمد عباسی نے پاکستان بننے کے بعد کراچی سے خلافتِ معاویہ و یزید نامی کتاب لکھی جس میں اکابر کے متواتر اور معروف مسلک ”فسقِ یزید“ کے خلاف یزید کو خلیفہ راشد بنانے کی کوشش کی گئی۔ اگرچہ اس کتاب پر پابندی لگ گئی“

اس پر آئینہ ساز کو 2 اعتراض ہیں۔

1- ”حامیانِ یزید“ نامی کوئی جماعت یا فرقہ موجود نہیں، اور نہ ہی محمود احمد عباسی نے اس نام سے کوئی فرقہ بنایا۔

2- محمود عباسی کی کتاب پر پابندی والی بات ان کی غلط بیانی ہے۔

جواب اعتراض 1:- پتا نہیں آئینہ ساز کو اردو بھی آتی ہے یا نہیں؟ اگر آتی تو وہ ”ایک فرقہ حامیانِ یزید کا ہے“ کا معنی حامیانِ یزید نامی کوئی جماعت یا فرقہ نہ کرتے یعنی ایسا فرقہ جس کا نام ”حامیانِ یزید“ ہے۔ اگر ان کا اس عبارت کا یہ معنی کرنا ٹھیک ہے تو پھر اگر کوئی یوں کہے کہ انگریز کے آنے کے بعد بہت سے فرقے معرض وجود میں آئے جن میں سے ایک فرقہ منکرینِ تقلید کا ہے۔ تو کیا آئینہ ساز یہ ارشاد فرمائیں گے کہ قائل نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ منکرینِ تقلید نامی ایک فرقہ (یعنی وہ فرقہ جس کا نام منکرینِ تقلید

ہے) موجود ہے؟

اوکاڑوی صاحب حفظہ اللہ کی عبارت یہ تھی

”ایک فرقہ حامیانِ یزید کا ہے“

اُس میں ”نامی“ کا لفظ بڑھا کر آئینہ ساز نے جو گڑبڑ کی ہے اس کا اندازہ اہل علم بخوبی لگا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ فرقوں کی پہچان نظریات سے ہوتی ہے، چاہے وہ فرقہ کوئی مخصوص نام اختیار کرے یا نہ کرے۔ اگر کوئی طبقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماعی نظریے ”حیات النبی ﷺ“ کی مخالفت کر کے حضور اکرم ﷺ کے جسد مبارک کو وفات کے بعد اپنی قبر میں مردہ سمجھتا ہے تو اسے ممتا کی فرقہ ہی کہا جائے گا خواہ وہ کتنا ہی شور کیوں نہ مچائے کہ ہمارا نام ممتا نہیں بلکہ اہل سنت یا دیوبندی ہے۔ اسی طرح جو طبقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماعی نظریے ”فسق یزید“ کی مخالفت کر کے یزید کو صالح و عادل بنا کر پیش کرتا ہے، اسے یزیدی اور حامیانِ یزید ہی کہا جائے گا خواہ وہ کتنا ہی شور کیوں نہ مچائے کہ اس نام کا کوئی فرقہ نہیں۔ پھر سوال یہ بھی ہے کہ آپ کی مسلکی شناخت کیا ہے؟

1- اہل سنت والجماعت؟... یہ تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ خلافتِ راشدہ، مشاجراتِ صحابہ اور فسقِ یزید کے مسائل میں اہل سنت کا مسلک تسلیم نہیں کرتے۔ نیز اکثر اکابر اہل سنت کو آپ گستاخ اور ناقد قرار دے چکے ہیں۔

2- دیوبندی؟... یہ بھی ہر گز نہیں ہو سکتی کیونکہ ان مسائل میں علماءِ دیوبند کی رائے کیا ہے؟ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اور وہ آپ کو ہر گز تسلیم نہیں ہو سکتی۔

تو جناب اگر حامیانِ یزید کہلانا اتنا ہی چبھتا ہے تو کوئی بھلا سا نام اپنے نوزائیدہ

فرقے کے لیے تجویز فرمائیں اور ہو سکے تو کسی یزیدِ وقت سے رجسٹر بھی کروالیں تاکہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آئے۔

جواب اعتراض 2:- اوکاڑوی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا تھا ”اس کتاب پر پابندی لگ گئی“ اور اس کی تائید تو خود آئینہ ساز نے کر دی کہ سندھ ہائی کورٹ نے اس پر پابندی لگائی تھی۔ اب اس پر پابندی ہے یا نہیں؟ اس سے اوکاڑوی صاحب حفظہ اللہ کی عبارت خاموش ہے۔ غلط بیانی تو تب ہوتی جب وہ یہ لکھتے کہ اب بھی اس پر پابندی ہے۔

قسط: 4 کا باب 4

حنفی صاحب کی 2 عبارات اور آئینہ ساز کا دجل:

1- موصوف اب تک کے تقریباً تمام سنی علماء کو ناقدینِ صحابہ اور سبائی پروپیگنڈے سے متاثرہ شخصیات کی صف میں شامل کر چکے ہیں۔

2- 44 شخصیات کو بڑے شد و مد کے ساتھ (بزعم خود) ناقدینِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی صف میں کھڑا کرنے اور ان کی عبارات پر مفصل گفتگو کرنے والے ہاشمی صاحب کا مزید بڑے بڑے ناقدین کی موجودگی کا بلا دلیل دعویٰ کرنا یقیناً گذبِ محض اور افسانہ سازی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

آئینہ سازیہ کہتے ہیں کہ ہاشمی صاحب نے تو صرف 44 پر بات کی ہے اور ان میں سے بھی بعض اہل سنت نہیں، پھر یہ کیسے درست ہے کہ انہوں نے تقریباً تمام سنی علماء کو ناقدینِ صحابہ اور سبائی پروپیگنڈے سے متاثرہ شخصیات کی صف میں شامل کر لیا؟

تقریباً تمام سنی علماء کو ناقدینِ صحابہ اور سبائی پروپیگنڈے سے متاثرہ شخصیات کی صف میں شامل کرنے والی بات تو اس لیے درست ہے کیونکہ تقریباً تمام سنی علماء حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مصیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخطی مانتے ہیں۔ (حوالہ جات حنفی صاحب کے کتابچے میں ملاحظہ فرمائیں، وہاں اہل سنت کا اس پر اجماع منقول ہے۔) اور یہ ہاشمی صاحب کے نزدیک نقدِ صحابہ اور سبائی پروپیگنڈہ ہے۔ لہذا حنفی صاحب کی بات غلط نہیں، بالکل درست ہے۔

نیز حنفی صاحب نے دوسری عبارت میں 44 شخصیات کا لفظ استعمال کیا تھا۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ یہ سب کے سب اہل سنت ہیں پھر یہ شور مچانا کہ ”چوالیس کے چوالیس ناموں کو علماء اہل سنت میں شامل کر دیا“، چہ معنی دارد؟

قسط: 5 کا حباب تڑھ

پوری قسط حنفی صاحب کے کتابچے سے غیر متعلقہ ہے۔

قسط: 6 کا حباب تڑھ

کذب و جہالت:

”یہاں اسامہ حنفی یہ بتا رہے ہیں کہ ”کتابچہ“ کے آئندہ صفحات میں وہ کسی ”قاری“ کا بے لاگ اور بے باک تبصرہ پیش کریں گے۔ لیکن اس ”قاری“ کا نام حنفی رکھا گیا ہے“

”مبصر“ کا نام حنفی کیوں رکھا؟

کذب و جہالت کی انتہاء دیکھئے! کس نے کہا کہ قاری اور مبصر کا نام حنفی رکھا گیا؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ قاری اور مبصر خود مولانا اسامہ حنفی صاحب ہیں۔

آئینہ ساز کا شکوہ:

پھر موصوف کو یہ شکوہ بھی ہے کہ حنفی صاحب نے صرف خیانتیں کیوں جمع کیں اور یہ کیوں کہا کہ یہ کسی کتاب کا جواب نہیں۔ انہیں چاہیے تھا کہ جواب لکھتے۔ یہ سوال جب حنفی صاحب کے سامنے لایا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ ہمیں تو ہمارے اساتذہ جو بجز اللہ اس میدان کے ماہر ہی نہیں بلکہ ماہر ساز ہیں، ان کی تعلیم یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھو کہ معترض اعتراض کرنے کی اہلیت رکھتا بھی ہے یا نہیں؟ پھر کہیں اس کے اعتراضات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ میں نے ہاشمی کی تحقیقات کی حقیقت دکھائی ہے، مفتی وقاص رفیع صاحب نے ان کی حسرت پوری کرتے ہوئے مفصل جوابات دیے ہیں۔

ماہو جو ابکم فھو جوابنا:

”یہ بات ثابت ہو گئی کہ پروفیسر طاہر ہاشمی صاحب کی مذکورہ دو کتابوں میں موجود باقی تمام حوالہ جات اور منقولہ عبارات ”السکوت فی معرض البیان بیان“ کے قاعدہ کے لحاظ سے گھمن اینڈ اوکاڑوی کمپنی کے نزدیک بھی لاجواب اور بالکل صحیح ہیں، یا کم از کم ان معترضین کے پاس ان عبارات پر کہنے اور لکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔“

اگر بات یہی ہے تو پھر ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسامہ حنفی صاحب کے کتنا بچے کی جن باتوں کو آپ زیر بحث لائے ہیں، ان کے علاوہ باقی سب کچھ آپ تسلیم کر گئے ہیں اور وہ آپ کے نزدیک بھی لاجواب اور بالکل صحیح ہیں، یا کم از کم آپ کے پاس ان عبارات پر کہنے اور لکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔

قسط: 7 کا حباب تڑھ

مفتی وقاص رفیع کی کتاب سے سرقہ کا الزام:

”ثابت ہوا کہ مولوی الیاس گھمن اور مولوی انور اوکاڑوی نے جو یہ کتابچہ

اپنے شاگرد سے لکھوایا ہے یہ کوئی ان کا اپنا تحقیقی کارنامہ نہیں بلکہ اس کا 99 فیصد مواد وقاص رفیع کی کتاب سے ہی چرایا گیا ہے“

مفتی وقاص رفیع صاحب مدظلہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہاشمی صاحب کی کتاب ”سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین“ کا تحریری پوسٹ مارٹم کیا۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ آئندہ جو بھی اس کتاب کا جائزہ کرے گا اس کے جمع کردہ نکات مفتی صاحب کی کتاب میں موجود ہوں گے۔ ہاں! الفاظ، اسلوب اور اندازِ گرفت دونوں کے جدا جدا ہیں۔ ویسے اگر اس الزام کی کوئی حیثیت مانی بھی جائے تو تب، جب یہ الزام حنفی صاحب پر مفتی وقاص رفیع مدظلہ کی طرف سے لگے۔ ان سے تو حنفی صاحب کا رابطہ بھی ہے اور میری معلومات کی حد تک انہوں نے اب تک ان کی تحسین و تائید ہی کی ہے۔ پھر خواہ مخواہ فضولیوں (اس کا اصطلاحی معنی ذرا کسی مدارس کی ہوا کھائے ہوئے شخص سے دریافت کر لیں) کے شور مچانے کی کیا حقیقت ہے؟

بالفرض اگر واقعی آپ اس اعتراض میں حق بجانب ہیں تو چلیں ذرا ان باتوں کا ہی جواب دے کر دکھادیں جن کے بارے میں آپ کو بھی تسلیم ہے کہ ”یہ شاگرد رشید کا ذاتی کارنامہ ہے“ یا ”شاگرد رشید کی تحقیق“ ہے۔

قسط: 8 کا باب ۲

الکامل کی ایک روایت پر اعتراض:

حنفی صاحب نے ”الکامل فی التاریخ“ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام یزید کا خط اور ان کی طرف سے اس کا جواب نقل کیا تھا۔ اس پر آئینہ ساز کو یہ اعتراض ہے کہ الکامل میں اس کی سند مذکور نہیں اور جہاں سند مذکور ہے وہاں راوی مجہول ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ کو یہ روایت کسی اور صحیح سند سے پہنچی ہو۔ رہی یہ بات کہ انہوں نے سند ذکر کیوں نہیں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سند ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی ہو اور اس کی ایک قوی وجہ ذہن میں یہ آتی ہے کہ اس روایت میں یزید کو واقعہ کربلا کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور یہ اس دور میں متفق علیہ امر تھا، اتفاقی باتوں اور مسلمہ امور میں کون سندوں کے پیچھے پڑتا ہے؟ یہ تو اب محمود عباسی کی کتاب کے بعد سے یزیدیوں نے شور ڈالا ہے اور اس کی صفائیاں دینا شروع کی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض عباسی سے اپنا روحانی رشتہ تسلیم کرتے ہیں اور بعض اگرچہ اسے غلط کہتے ہیں مگر بولی پھر بھی اسی کی بولتے ہیں۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ ابن اثیر نے یہ روایت اسی مجہول راویوں والی سند سے نقل کی ہے تب بھی بات وہی ہے کہ اس سے جو چیز ثابت ہو رہی ہے، اس پر امت کا اتفاق اور تلقی بالقبول ہے۔ اس صورت میں ضعیف روایت بھی قابل استدلال ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شرح نظم الدرر وغیرہ کتب اصول حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ باقی یزیدیوں کا نظریہ؛ کہ یزید سانحہ کربلا کا ذمہ دار نہیں تھا، صراحت کے ساتھ کسی ضعیف تو کیا، موضوع روایت میں بھی موجود نہیں۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ہاشمی صاحب نے واقعہ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے اکابر قریش کے بیعت نہ توڑنے کا ذکر کیا تھا جبکہ اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے فوراً بعد کا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حنفی صاحب کا اس روایت کو نقل کرنے سے مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ جن صحابہ نے بیعت یزید کو برقرار رکھا، وہ بھی اسے فاسق اور واقعہ کربلا کا ذمہ دار ہی سمجھتے تھے۔ ان کا بیعت برقرار رکھنا مسلمانوں میں باہم خون خرابے سے بچنے کے لیے تھا نہ کہ اس وجہ سے

کہ وہ یزید کو صالح و عادل سمجھتے تھے۔ ہاشمی صاحب کی خیانت یہ ہے کہ انہوں نے اکابر و اعظم قریش کے بیعت برقرار رکھنے اور محاربین یزید کا ساتھ نہ دینے کا ذکر کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ یزید کو صحیح سمجھتے تھے، حنفی صاحب نے یہ روایت ذکر کر کے یہ خیانت بے نقاب کی ہے اور اس تاثر کو توڑا ہے۔

قسط: 9 کا باب 9

اس قسط میں صرف رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

قسط: 10 کا باب 10

اس میں بھی حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے بارے میں طاہر ہاشمی کی تحریر نقل کی گئی ہے۔

قسط: 11 کا باب 11

اس میں بھی حنفی صاحب کے کتناچے کی کسی بات کو نہیں چھیڑا گیا۔

قسط: 12 کا باب 12

تجلیاتِ صفدر کی ایک عبارت پر اعتراض:

حجۃ اللہ فی الارض مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تجلیاتِ صفدر، جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

”طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہؓ کو علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت

فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو، اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔“

اس پر اعتراض یہ ہے کہ

1- یہ روایت طبرانی کی کسی کتاب میں نہیں۔

2- اس روایت میں محمد بن زکریا الغلابی ہے جسے دارقطنی رحمہ اللہ نے وضاع اور ذہبی رحمہ اللہ نے کذاب کہا ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ روایت ابنِ کثیر سے نقل کی ہے اور وہاں قال الطبرانی کے الفاظ موجود ہیں جو حضرت نے نقل کیے ہیں۔ اب اگر یہ طبرانی کی کسی کتاب میں نہیں ملتی تو اس کی ذمہ داری ابنِ کثیر رحمہ اللہ پر ہے ناکہ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ پر، اور پھر طاہر ہاشمی نے تو ”ناقدین“ میں ”طبرانی میں ہے“ کہ الفاظ بھی اڑا دیے اور بعد میں ابنِ کثیر رحمہ اللہ کا تبصرہ بھی حذف کر کے اس روایت کو بایں الفاظ براہِ راست حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے

”فاتح مذاہب باطلہ اور حامل علوم و ہبیہ جناب صفدر کبیر“ مزید فرماتے ہیں

کہ:

”یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا۔۔۔۔ الخ“

اس کانٹ چھانٹ کی اگر وجہ کوئی بتا دے تو نوازش ہوگی۔ یہ بھی ان کی ایک علمی

خیانت ہے، مولانا حنفی صاحب کو راقم کا مشورہ ہے کہ اپنی کتاب کی طبع دوم میں اسے بھی لے آئیں۔

ایک سوال پھر یہاں ہمارا بھی ہے۔ وہ یہ کہ ایک روایت کے نقل کرنے پر اوکاڑوی صاحب تو ناقدین معاویہ کی فہرست میں شامل ہو جائیں مگر جس کے حوالے سے انہوں نے نقل کی، وہ اسے نہ صرف نقل کریں بلکہ اس کی توجیہ بھی کریں لیکن انہیں زیر بحث بالکل نہ لایا جائے۔ اس دو غلے پن میں کیا حکمت و بصیرت پنہاں ہے؟ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

1- محمد بن زکریا الغلابی پر وضاع کی جرح صرف دارقطنی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ ابن مندہ نے متکلم فیہ کہا ہے اور امام ذہبی نے ضعیف کہا ہے مگر تاریخ کے اعتبار سے انہوں نے بھی اس کی توثیق کی ہے (قلت: کان راویۃ للأخبار علامة) اور زیر بحث روایت تاریخ سے ہی تعلق رکھتی ہے۔

2- لسان المیزان میں ہے:

”وقد ذکر ابن حبان فی الثقات وقال يعتبر بحديثه إذا روى عن ثقة“

لسان المیزان، مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ ج: 7 ص: 139

”ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جب وہ ثقہ سے روایت کرے تو اس کی حدیث معتبر ہوگی۔“ (یہی عبارت میزان الاعتدال میں بھی موجود ہے۔)

اور یہاں وہ ابن عائشہ سے روایت کر رہا ہے جو ثقہ ہے۔

(تہذیب التہذیب)

3- النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الاول میں ہے :

”وظاهر کلام ابن عبد البر أن الصحة توجد أيضاً من تلقى أهل الحديث

بِالْقَبُولِ وَالْعَمَلِ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَوْقِفْ لَهُ عَلَى إِسْنَادٍ صَحِيحٍ“

”علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ صحت محدثین کے تلقی بالقبول اور عمل کی وجہ سے بھی پائی جاتی ہے، اگرچہ روایت کا صحیح اسناد معلوم نہ ہو۔“

ابن کثیر رحمہ اللہ جلیل القدر محدث ہیں اور انہوں نے اس روایت پر کوئی تنقیدی تبصرہ نہیں کیا بلکہ حدیث کی رو سے اس کی توجیہ کی ہے جس سے ان کا اسے قبول کرنا صاف ظاہر ہے۔

رہی یہ بات کہ صحابی پر طعن کی صورت میں روایت قابل قبول نہیں ہوتی تو عرض یہ ہے کہ جو معنی اور تبصرہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کیا ہے اس کے مطابق طعن ہی لازم نہیں آتا۔

قسط: 13 کا باب تہ

واقعی کی روایت:

حجۃ الاسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تجلیاتِ صفدر جلد اول میں لکھتے ہیں:

”خدا کی قسم ہم (یعنی ابن غسیل الملائکہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جنہوں نے یزید کی بیعت توڑ کر اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ ناقل) یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں، یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے بھی صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی، اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔“

اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس کی سند میں واقدی ہے اور اس پر ائمہ سے شدید جرح منقول ہے۔

پہلے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ یہ ثابت کریں کہ روایت تاریخ میں بعینہ وہی شرائط راوی میں پایا جانا ضروری ہے جو روایت حدیث میں ہیں، کیونکہ آپ نے واقدی پر جتنی جرح نقل کی ہے، ساری حدیث کے بارے میں ہے۔ تاریخ میں کسی نے اس پر جرح نہیں کی بلکہ اس کی تعریف و توثیق کی ہے۔

من أقدم المؤرخين في الاسلام، ومن أشهرهم،

(الاعلام للخير الدين الزركلي)

وكان عالماً بالمغازي واختلاف الناس واحاديثهم

(تاریخ بغداد)

وهو من أوعية العلم لكنه لا يتقن الحديث وهو رأس في المغازی والسير

(تذكرة الحفاظ للذہبی)

كان إلى حفظه المنتهى في الاخبار والسير، والمغازي والحوادث وایام الناس، والفقه، وغير ذلك.

(میزان الاعتدال)

ویسے کیا آپ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ جس حدیث یا تاریخ کی سند میں واقدی آجائے، اس کا انکار کیا جائے گا؟ سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کو عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے خروج کے سبب کے طور پر صرف اوکاڑوی صاحب نے ذکر نہیں کیا بلکہ

1- حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے الصواعق المحرقة میں

2- امام ذہبی رحمہ اللہ نے (جن کے 4 حوالے واقدی پر جرح کے آپ نے پیش

کیے ہیں تارخ الاسلام میں

3- امام سیوطی رحمہ اللہ نے تارخ الخلفاء میں

4- ابن عساکر رحمہ اللہ نے تارخ دمشق میں اس روایت کو معرض استدلال میں پیش کیا ہے۔

ان جلیل القدر محدثین کی توثیق کے بعد اس پر اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی، النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الاول میں ہے :

”وظاهر کلام ابن عبد البر أن الصحة توجد أيضا من تلقى أهل الحديث بالقبول والعمل به وإن لم يوقف له على إسناد صحيح“

”علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ صحت محدثین کے تلقی بالقبول اور عمل کی وجہ سے بھی پائی جاتی ہے، اگرچہ روایت کا صحیح اسناد معلوم نہ ہو۔“

آئینہ ساز ہاشمی صاحب کے نقش قدم پر:

آئینہ ساز نے واقدی پر جرح کرتے ہوئے سیر اعلام النبلاء کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

”قد انعقد الاجماع اليوم على انه ليس بحجة وان حديثه في عداد الواهي“

”آج اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ وہ (واقدی) حجت نہیں ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث کی کوئی حیثیت نہیں۔“

سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت۔ ج: 9، ص: 369

یہاں موصوف ہو بہو اپنے مرشد ہاشمی کی طرز پر ایک عدد علمی خیانت کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء کی اس جگہ کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

” اُن وزنه عندى اُنه مع ضعفه يكتب حديثه، ويروى، لاني لا اُتهمه بالوضع، وقول من أهدره فيه مجازفة من بعض الوجوه، كما أنه لا عبرة بتوثيق من وثقه..... إذ قد انعقد الإجماع اليوم على أنه ليس بحجة، وأن حديثه في عداد الواهى، رحمه الله.“

”میرے نزدیک اس کا وزن یہ ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے گی کیونکہ میں اسے مستم بالوضع نہیں کہتا، اور جنہوں نے اس کی بات کو بے کار ٹھہرایا ہے ان کی بات میں بعض وجوہ سے اٹکل (اندازہ) ہے جیسا کہ ان لوگوں کی توثیق کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے جنہوں نے اسے ثقہ کہا ہے..... اس لیے کہ آج اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ وہ (واقدی) حجت نہیں ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث کی کوئی حیثیت نہیں۔“

قسط: 14 کا حبابزہ

ابو مخنف کی روایت:

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے تجلیات صفدر میں یزید کا گورنرِ مدینہ کے نام جاری کردہ یہ فرمان نقل کیا ہے: فوری طور پر حسین، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کر لو اور گرفتار کر کے شدید سختی کرو۔ ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کر لیں۔

تجلیات صفدر جلد 1 ص 546 مکتبہ امدادیہ ملتان

اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس کا راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ ہے جو کلمی شیعہ سے روایت کر رہا ہے۔

جس مضمون کی عبارت پر جناب کو اعتراض ہے، کاش! اس سے اگلا مضمون

بھی پڑھ لیتے تو شاید یہ زحمت نہ کرنا پڑتی۔ حضرت فرماتے ہیں:

(۳) ایک اور فرق: قرآن پاک کے ایک لفظ کا ثبوت جس توڑ سے ہے سنت کا اس طرح نہیں۔ پھر احکام کی احادیث کی صحت کے لئے جو شرائط ہیں فضائل کے لئے نہیں اور تاریخ کے لئے تو سرے سے عدالت بھی شرط نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: حدثنا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ تو جب تاریخ کے واقعات کی روایات کفار تک سے لی جاتی ہیں تو یہاں یہ بحث چھیڑنا کس قدر غلط ہے۔ ہاں اصولی طور پر تاریخی باتیں تین قسم کی ہوں گی: (۱) جن کو ہمارے عقائد کے موافق پاکر ہمارے اکابر نے قبول فرمایا وہ مقبول ہیں۔ (۲) جن کو ہمارے عقائد اہل سنت سے متصادم پاکر اکابر نے رد کر دیا وہ مردود ہیں۔ (۳) جن کا ہمارے عقائد وغیرہ سے نہ تصادم ہے نہ تعاون، وہ بحیثیت تاریخ کے اکابر نے قبول کر لیں تو ان کو لے لیا جائے گا۔ بہر حال ان کے رد و قبول کا کام اکابر کر چکے ہیں۔ ہمیں کسی نئی پریشانی کی ضرورت نہیں رہی۔

(۴) آپ نے ابو مخنف کے بارہ میں لسان المیزان کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں جو جرح کی جاتی ہے وہ یہ بتانے کے لئے کہ یہ احکام حلال و حرام کے بارہ میں احادیث روایت کرنے کے

تفلیات مصدر جلد ۱

551

خط بنام مولوی ضیاء الرحمن

قابل نہیں، اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور فن میں بھی قابل اعتماد نہیں۔ دیکھئے قاری حفص رحمہ اللہ کو محدثین نے ضعیف بلکہ کذاب تک لکھ دیا ہے، مگر اس سے ان کی قراءت پر قرآن پاک کی تلاوت تو ناجائز نہیں ہوئی۔ امام غزالی، ابو طالب مکی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ کو نقل احادیث میں میزان الاعتدال میں ناقابل اعتماد قرار دیا ہے مگر تصوف کے تو وہ امام ہیں۔ اس میں ان سے استفادہ منع نہیں ہے۔ کتنے فقہاء کرام کو نقل حدیث میں اسماء الرجال والوں نے ناقابل اعتماد قرار دیا ہے، مگر مسائل فقہ میں آج تک ان کا فتویٰ چلا ہے۔ محمد بن اسماعیل کو احادیث حلال حرام کی روایت میں کذاب و جال تک کہا گیا ہے، لیکن تاریخ اور مغازی کے وہ امام ہیں۔ بالکل یہی حال ابو مخنف کا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ابو مخنف لموط بن یحییٰ وقد کان شیعیا وهو ضعیف الحدیث عند الائمة ولکنہ اخباری حافظ عنده من هذه الاشياء ما ليس عند غيره ولهذا يترامى عليه كثير من المصنفين في هذا الشأن ممن بعده واللہ اعلم“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۰۳) ہم بھی اسے محدث یا مفتی نہیں مانتے، مورخ مانتے ہیں۔

الاخبار الطوال کا حوالہ:

حضرت ادا کاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دوسرا حکم: تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علیؑ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کو بلالو۔ اگر وہ دونوں بیعت کر لیں تو خیر، ورنہ دونوں کی گردنیں مار دو۔ یہ کام معاویہؓ کی موت کے اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہئے۔“

تجلیات صفدر۔ ج: 1، ص: 556 مکتبہ امدادیہ ملتان

پہلا اعتراض یہ ہے کہ الاخبار الطوال میں یہ جملہ مروان بن حکم کے ہیں ناکہ یزید کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت نے اس کی نسبت یزید کی طرف کر بھی دی تو کون سا آسمان گر پڑا؟ ظاہر ہے کہ مروان سرکاری آدمی تھا، اسے حکومتی اعتماد حاصل تھا، چنانچہ اس کا حکم بھی سرکاری حیثیت کا حامل تھا۔ ورنہ وہ حکمران کی مرضی کے بغیر دو صحابہ کے قتل کی ترغیب گورنر کو کیسے دے سکتا تھا؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ وزیر اعظم نے فلاں جماعت پر پابندی لگا دی۔ حالانکہ یہ وزیر داخلہ کا کارنامہ ہوتا ہے، مگر چونکہ وہ سرکاری آدمی ہے، اس کے فیصلوں کو حکومتی تائید حاصل ہے لہذا اس کے حکم کی نسبت بھی بسا اوقات وزیر اعظم کی طرف کردی جاتی ہے۔ مروان نے بھی قتل کرنے کی بات کر کے کچھ نیا نہیں کیا بلکہ یزید کے حکم ”لیست فیہ رخصۃ“ کی عملی صورت بتائی ہے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب گورنر مدینہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا تو انہیں معزول کر دیا گیا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کی وہاں کوئی سند نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ مروان کے گورنر مدینہ کو ان حضرات کے قتل کا حکم دینے کا

ذکر صرف یہاں نہیں بلکہ باختلاف الفاظ الہدایہ، اکامل اور دیگر کتب تاریخ میں بھی موجود ہے لہذا اسے ناقابل قبول نہیں کہا جاسکتا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں مروان کے منہ سے گور زمدینہ کو یہ بھی کہلویا گیا ہے کہ: عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اور یہ واقعہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کا بتایا جا رہا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات رجب سنہ 60 ہجری میں ہوئی، جب کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہما) تو اس سے بہت پہلے فوت ہو چکے تھے، لہذا یزید کے تحت نشین ہونے کے وقت وہ زندہ ہی نہیں تھے تو پھر اس روایت میں مروان عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا ذکر کیسے کر رہا ہے؟

جواب یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے چونکہ اپنی زندگی میں یزید کی ولی عہدی سے اختلاف کیا تھا اور یزید کو ان کی زندگی میں ان سے خطرات لاحق تھے اس لیے ان کا نام بھی اس روایت میں آگیا اور مروان نے کہ دیا کہ ان کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مطلب یہ کہ اب ان کی فکر نہ کرو کیونکہ وہ اب زندہ ہی نہیں رہے۔

قسط: 15 کا جائزہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا فتویٰ:

15 مئی 2020ء کو متکلم اسلام علامہ محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے ادارے، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سے ایک فتویٰ ان کے دستخط کے ساتھ جاری ہوا جس میں سائل کا سوال یہ تھا:

”عرض ہے کہ ایک مماتی مولوی نے بیان میں کہا ہے کہ تجلیات صفدر میں

امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یزید اپنے بہنوں کے ساتھ زنا کرتا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم بھی تھا لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کہا کہ بیٹا دن کو نہ کرو رات کو یہ کام کیا کرو۔ کیا یہ تجلیات صفدر میں ہے یا نہیں؟ ذرا وضاحت فرمائیں۔“

اس پر حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے:

”یہ دونوں واقعات الگ تھلگ ہیں۔ ایک میں شراب پینے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سمجھانے کا ذکر ہے اور دوسری میں محرمات سے زنا کا الزام ہے۔ پہلی روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ہے اور دوسری ان کی وفات کے دو سال بعد کی۔ حضرت معاویہ کے سمجھانے کا ذکر جس روایت میں ہے وہ زنا والی نہیں شراب والی ہے۔ معترض ان دونوں روایتوں کو خلط ملط کر کے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی محرمات سے زنا کرتا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی تھی لیکن آپ نے سزا کی بجائے یزید سے کہا رات کو یہ کام کر لیا کرو۔ بدکاری والا واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کا ہے لہذا ان دونوں کو ایک بنا کر پیش کرنا دیانت کے سراسر منافی ہے۔“

اس پر ایک اعتراض یہ ہے کہ گھمن صاحب نے یہ تو بتایا کہ یہ دونوں روایات الگ الگ ہیں لہذا ان دونوں کو ایک بنا کر پیش کرنا دیانت کے سراسر منافی ہے۔ لیکن یہ کیوں نہیں بتایا کہ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں؟

جواب یہ ہے کہ جتنا سوال سائل نے پوچھا تھا اتنا ہی اس کا جواب دیا گیا ہے جو بالکل درست ہے۔ اور پھر ان روایات کو ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول بھی نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ قسط نمبر 13، 12 کے تجزیے میں گزر چکا، پھر ان کا ضعف بتانا کیوں کر ضروری ٹھہرا؟

فتویٰ نمبر کی غلطی:

آئینہ ساز کا کہنا ہے کہ اسامہ حنفی نے اقتباس فتویٰ نمبر 1113 کا نقل کیا ہے جبکہ حوالہ فتویٰ نمبر 784 کا دیا ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے مگر اس کا پس منظر مولانا حنفی صاحب کے بقول یہ ہے کہ 14 مئی 2020ء کو مرکز سے فتویٰ نمبر 784 جاری ہوا، پھر 15 مئی 2020ء کو اس میں ترمیم کر کے فتویٰ نمبر 1113 جاری کیا گیا۔ ان کو جو فائل مرکز کے ایک استاذ نے ارسال فرمائی وہ اگرچہ تھی تو فتویٰ نمبر 1113 کی، مگر ابھی اسے الگ نمبر دے کر باضابطہ جاری نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس پر فتویٰ نمبر 784 ہی لکھا تھا۔ وہ اسی 14 مئی والے فتویٰ نمبر 784 کی ترمیم شدہ فائل تھی۔ بعد میں اسے 1113 نمبر دے کر الگ فتوے کی صورت میں منظر عام پر لایا گیا۔ خیر یہ تو کوئی ایسی قابل گرفت غلطی بھی نہیں، امید ہے کہ حنفی صاحب ایڈیشن دوم میں فتویٰ نمبر درست کر دیں گے۔

قسط: 16 کا جائزہ

اس قسط میں متکلم اسلام حفظہ اللہ کے 14 مئی 2020ء والے فتویٰ نمبر 784 پر اعتراضات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب اسی سائل کے اسی سوال کے جواب میں 15 مئی 2020ء کو فتویٰ نمبر 1113 کے نام سے الگ مستقل فتویٰ جاری کر دیا گیا تو پچھلا فتویٰ کیونکر قابل بحث رہا؟ اس پر اعتراض کرنے کی بھلا کون سی تک جہتی ہے؟

قسط: 17 کا جائزہ

اس میں کتابچے سے متعلقہ کوئی بات نہیں۔ مولانا آصف احمد، امیر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ لاہور کے حوالے سے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے متعلق خبیث باطن کا

مظاہرہ کیا گیا ہے۔

قسط: 18 کا جائزہ

اس میں بھی سابقہ اقسام کی باتیں دہرائی گئی ہیں نیز غیر متعلقہ باتوں کی بھی بھرمار ہے۔

قسط: 19، 20 کا جائزہ

اس میں بھی پرانی راگنی نئے انداز میں سنائی گئی ہے اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ پر طبرانی والا وہی پرانا اعتراض دہرایا گیا ہے۔

قسط: 21 کا جائزہ

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت:

فتاویٰ رشیدیہ میں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یزید پر لعنت کا مسئلہ بیان کیا ہے اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اسے نقل کیا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ حضرت گنگوہی نے سکوت میں احتیاط بتائی ہے اور اسے اوکاڑوی صاحب نے نقل نہیں کیا۔

جناب! حضرت کا استدلال فتاویٰ رشیدیہ، ص: 192 کی عبارت سے یہ ہے کہ لعنت میں اختلاف کی بنیاد فسق میں اختلاف پر نہیں بلکہ فاسقانہ افعال کو حلال سمجھنے اور نہ سمجھنے کے متعلق اختلاف پر ہے۔ اور یہ بات وہاں واضح طور پر موجود ہے، سو جس بات کو ثابت کرنے کے لیے عبارت نقل کرنی تھی اسی بات کی حد تک نقل کرنا چاہیے تھی۔ باقی سکوت والی بات نقل نہ کر کے انہوں نے کسی خیانت کا ارتکاب نہیں کیا کیونکہ یہاں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے لعنت میں سکوت کو احتیاط لکھا ہے اور اس کے تو

ہم سب قائل ہیں۔ خیانت تو تب ہوتی جب وہاں فسق میں سکوت کی بات ہوتی اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ اسے نقل نہ کرتے۔ یہی تو ناصبیوں کا دجل ہے کہ لعنت کے بارے میں سکوت کے اقوال دکھا کر ان سے فسق کی نفی پر استدلال کرتے ہیں۔

پھر آئینہ ساز نے اپنے مرشد ہاشمی کی طرح دجل سے کام لیتے ہوئے فتاویٰ رشیدیہ سے لعنت میں سکوت والی روایت تو پیش کر دی اور اسے فسق پر چسپاں بھی کر دیا مگر کیا اسی فتاویٰ رشیدیہ میں جہاں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کے فسق کی تصریح کی ہے اس کو وہ کیا نام دیں گے؟ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یزید مومن تھا، بسبب قتل کے فاسق ہوا۔“

فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ دارالاشاعت۔ ص: 192

قسط : 22 کا جائزہ

”خارجی فتنہ“ پر ایک پرانا اعتراض:

وکیل صحابہ و اہل بیت، قاطع رافضیت و ناصبیت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے ”خارجی فتنہ حصہ اول“ میں حضرات حکمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک حدیث ”ضلا و ضل من اتبعہما“ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب ”ازالۃ الخفاء“ سے نقل کی جس پر اعتراض یہ ہے کہ

1- حکمین کی طرف جو کہ خیار صحابہ میں سے تھے، گمراہی کی نسبت کی گئی ہے۔

2- ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے منکر لکھا ہے۔

یہ وہی پرانا اعتراض ہے جس کا جواب قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی زندگی میں ہی کئی مرتبہ دے چکے ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ انہی کے الفاظ میں نقل کر دوں۔ حضرت محقق معز لہ ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی کو اس اعتراض کا جواب

دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حکمین کی خطا سے متعلق پیشگوئی کی حقیقت

اس عنوان کے تحت ابوریحان صاحب لکھتے ہیں: پھر حکمین مکر میں رضی

291

مشاجرات صحابہؓ اور راجا اعتدال (جلد دوم)

اللہ عنہما کو اپنے فیصلہ میں گناہ۔ سخت نافرمانی اور معصیت خالق کا مرتکب اور ان کے فیصلے کو آیت اختلاف اور حکم خداوندی کے خلاف بتانے کے بعد اس کی مزید تائید و تقویت کے لیے حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے آنحضرت ﷺ کی جو پیشگوئی ازالۃ الخفاء سے نقل فرمائی ہے اور جس کو وہ حق تعالیٰ کے وعدہ قرآنی کی روشنی میں بالکل صحیح بھی فرماتے ہیں (خارجی فتنہ ص ۵۸۳ ج ۱) آپ سن کر یقیناً حیران ہوں گے کہ یہ پیشگوئی روایت و درایت ہر دو اعتبار سے بالکل ناقابل احتجاج اور موضوع اور من گھڑت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اس پیشگوئی کو نقل کر کے اس کی روایتی حیثیت یوں بیان فرماتے ہیں: وہو حدیث منکڑ جتنا و آفة من ذکرہا بن یحییٰ الخ یعنی یہ حدیث بہت ہی منکر ہے اور یہ آفت اٹھائی ہوئی ساری زکریا بن یحییٰ کی ہے (البدایہ والنہایہ ص ۲۱۶ ج ۶)..... ظاہر ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جیسی قدسی صفات ہستیوں کے قرآن و حدیث پچاسیوں قسم کے فضائل و مناقب یقینی طور پر ثابت ہوں محض ایک موضوع و من گھڑت حدیث سے ان کے اس دامن کو جس پر فرشتے نماز پڑھتے ہوں ضلال و اضلال جیسی آلودگی سے کیسے آلودہ کیا جاسکتا ہے۔ (سبائی فتنہ حصہ اول ص ۱۳۴)

الجواب

(۱) ابوریحان صاحب نے کتاب ازالۃ الخفاء کا نام تو لے لیا جس کی منقولہ روایت میں نے پیش کی ہے لیکن یہاں اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں ذکر کیا تاکہ تاواقف قارئین یہ سمجھیں کہ ازالۃ الخفاء کسی ایسے ویسے مصنف کی کتاب ہوگی حالانکہ اس کتاب کے مصنف امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ ہیں جس کا اردو ترجمہ چار جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور پہلی جلد کا ترجمہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالغفور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ

292

مشاجرات صحابہؓ اور راد الاعتدال (جلد دوم)

علیہ نے لکھا ہے جو سنی و شیعہ اختلافی مسائل میں محقق العصر ہیں۔ امام اہلسنت مولانا لکھنوی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ کتاب ازالتہ الخفاء حضرات خلفاء راشدین کی بہترین سیرت اور بہترین تاریخ ہونے کے علاوہ بہت سے دینی علوم و معارف کا خزانہ ہے اور بلاشبہ حضرت مصنف کی عمدہ تصانیف میں سے ہے۔ علماء کالمین نے شہادت دی ہے کہ فی الحقیقت یہ کتاب اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ نہ حضرت مصنف سے پہلے ایسی کتاب اس موضوع پر لکھی نہ ان کے بعد الخ اور کتاب کے مصنف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے متعلق امام اہلسنت لکھتے ہیں: ولادت ۱۱۱۴ھ چہارم شوال روز چار شنبہ کو ہوئی۔ سات برس کی عمر میں حفظ قرآن سے اور پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی..... ۱۱۴۳ھ میں بعد دو فوات اپنے والد ماجد مرحوم کے حرمین شریفین گئے اور وہاں کے مشائخ سے بھی علم حاصل کیا۔ اس زمانے میں حرمین علماء اعلام کا مرکز تھے۔ بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کا وہاں مجمع تھا مگر سب نے حضرت مصنف کی جلالت و نبالت کا اعتراف کیا۔ چنانچہ ان کے اعلیٰ درجہ کے شیخ ابوطاہر کردی مدنی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ ولی اللہ مجھ سے احادیث کے الفاظ کی سند حاصل کرتے ہیں اور میں ان سے احادیث کے معنی کی سند لیتا ہوں۔ ۱۱۴۵ھ میں حرمین شریفین سے واپس آئے اور نہایت قناعت کے ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں اپنی تمام عمر بسر کی اور ۱۱۷۶ھ میں بمصر باسٹھ ۶۲ سال اس دار فانی کو چھوڑ کر جوار رحمت میں سکونت اختیار کی..... نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے اہل علم مسلمان ان کے علوم مرتبت اور سمو درجت سے واقف ہیں۔ جس قدر علماء کالمین بعد ان کے ہوئے سب ان کی مہارت کا ملہ کے معترف رہے مگر حق یہ ہے کہ ان کے کمالات علمیہ کو معلوم کرنے کے لیے کسی کی

شہادت اور کسی کے بیان کی مطلق ضرورت نہیں۔ خود ان کی تصانیف شاہد عدل ہیں کہ وہ اس دور آخر میں کیتائے روزگار تھے خصوصاً ان کی یہ کتاب ازالة، الخفاء اور کتاب حجتہ اللہ البالغہ اور کتاب وسوئی شرح موطا ان کی مہارت کاملہ کے اچھے نمونے ہیں الخ

۲۔ حافظ ابن کثیر محدث اس حدیث کے ایک راوی زکریا کے متعلق لکھتے

ہیں۔ وهو زکریا بن یحییٰ وهو الکندی الحمیری الاعمی قال ابن معین لیس بشی (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۸۵) اس وقت میرے پاس حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) کی کتاب موجود ہے۔ اس میں سات زکریا بن یحییٰ کے حالات درج ہیں۔ ان میں زکریا بن یحییٰ وهو الکندی الحمیری الاعمی کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ ایک راوی زکریا بن یحییٰ بن منظور کا ترجمہ لکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ قال الدوری عن ابن معین لیس بشی کہ ابن معین محدث نے اس کے متعلق لیس بشی کے الفاظ لکھے ہیں جو جرح کے الفاظ ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ وقال فی موضع اخر لیس بہ بأس کہ انہوں نے دوسری جگہ راوی مذکور کے متعلق لیس بہ بأس کہا ہے اور یہ الفاظ راوی کی تعدیل ثابت کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر محدث متوفی ۷۷۴ھ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۵۸۵۲ھ سے متقدم ہیں۔ بعض راویوں کی طرح جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف پایا جاتا ہے بعض مجروح قرار دیتے ہیں اور بعض ثقہ وغیرہ۔ حافظ ابن کثیر نے راوی زکریا بن یحییٰ کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس کو قابل اعتماد قرار دے کر زیر بحث روایت سے آنحضرت ﷺ کی حکمین کے متعلق ایک پیشگوئی ثابت کی ہے اور میں نے حضرت شاہ صاحب دہلویؒ کی تحقیق کو ہی اپنے پیش کردہ موقف کی تائید میں

پیش کیا ہے۔ ابوریحان صاحب کا اعتراض مجھ پر نہیں امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔

(۳) ابوریحان صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ: صحابہ کرام جیسی قدسی صفات ہستیوں کے اس دامن کو جس پر فرشتے نماز پڑھتے ہوں ضلال و اضلال جیسی آلودگی سے کیسے آلودہ کیا جاسکتا ہے۔“ اس میں انہوں نے علمی دیانت و امانت کو بالائے طاق رکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ وہ قارئین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو ضلال و مضل کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ مولانا ابوریحان حضرت شاہ محدث دہلویؒ سے زیادہ صحابہ کرامؓ کی شرعی عظمت کو سمجھتے ہیں چہ نسبت خاک رابا عالم پاک۔

روایت میں ضلال و ضل من اتباعھا سے مراد خلاف حق گمراہ ہونا نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ صاحب دہلویؒ نے ان الفاظ کی مراد بھی خود بیان فرمادی ہے چنانچہ لکھتے ہیں ”مراد از ضلاً آنت کہ خطا کردہ اندر در اجتہاد (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۵۶) حکمین کے متعلق لفظ ضلا سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے۔ کیا ابوریحان صاحبہ کرامؓ کی اجتہادی خطا کو بھی ان کے مقدس دامن کے لیے داغ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خود انبیائے کرام علیہم السلام کی خطائے اجتہادی کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔“ انبیاء علیہم السلام کی اجتہادی خطا کو زلت بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔“ (کتاب سبائی فتنہ حصہ اول حاشیہ ص ۴۱۷) فرمائیے انبیاء کرام علیہم السلام تو معصوم ہیں۔ کیا ان حضرات کے دامن عصمت اجتہادی خطا کی نسبت سے داغدار نہیں ہوتے۔ جبکہ آپ کے نزدیک صحابہ کرامؓ کے دامن عظمت کے لیے اجتہادی خطا کی نسبت کرنا ایک داغ ہے؟ اور پھر ابوریحان صاحب انبیاء کرام علیہم السلام

سے بطور اجتہادی خطا صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا سرزد ہونا بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: *جسوزا الحنفیة والشافعیة الزلّہ فی الکبیرة والصغیرة قبل النبوة وبعدها۔* (لتبہیل الاصول ص ۱۲۹) ص ۳۱۸) حنیفہ اور شافعیہ نے نبوت سے پہلے اور اس کے بعد بھی انبیائے کرام علیہم السلام سے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کا صدور بطور زلت (اجتہادی خطا) جائز قرار دیا ہے۔

ضلال کا معنی

ضلال کا معنی صرف گمراہی ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے دوسرے معانی بھی ہیں اور قرآن مجید میں بھی مختلف معانی میں اس کا استعمال موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ الفاتحہ میں *ولا الضالین* میں ضالین سے مراد نصاریٰ مشرکین ہیں۔ ۲۔ اور امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی لفظ ضال مذکور ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ *وَوَجَدَكَ ضَالًا فَهَدَىٰ* (سورۃ النحیٰ) کیا مولانا ابوریحان یہاں بھی ضال سے مراد گمراہ لیتے ہیں العیاذ باللہ۔ حضرت مولانا تھانویؒ اس آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) رستہ بتلایا۔ *لقوله تعالیٰ ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان الخ* اور وحی سے پہلے شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی عیب نہیں۔“ حضرت مولانا شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ لفظ ضال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف، بے خبر کے بھی۔ یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں کہ نبوت سے پہلے آپ شریعت الہیہ کے احکام اور علوم سے بے خبر تھے۔ آپ کو منصب نبوت پر فائز کر کے آپ کی رہنمائی فرمائی (تفسیر معارف القرآن جلد ہشتم)

۳۔ سورۃ یوسف میں ہے کہ بعض آدمیوں نے حضرت یعقوب علیہ

السلام سے کہا قالوا قال الله إِنَّكَ لَفِي ضَلَالٍ قَدِيمٍ (آیت ۹۵) لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے (ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی): وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں یوسف زندہ ہیں اور ملیں گے۔ اس خیال کے غلبہ سے اب خوشبو کا وہم ہو گیا اور واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ اور ہے۔“ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ) یہاں ضلال کا معنی گمراہ نہیں بلکہ مراد غلط خیال ہے۔

گواہوں کے سلسلہ میں فرمایا۔ فان لم یکوننا رجلین فرجل وامرأتین مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اِنَّ تَضِلُّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرْ اِحْدَا هُمَا الْاُخْرٰی (سورہ بقرہ آیت ۲۸۲) پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلا دے اس کو دوسری۔“ (ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی)۔ ”پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنائی جائیں) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم (ان کے معتبر ہونے کی وجہ سے) پسند کرتے ہو (اور ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لیے تجویز کی گئیں) تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی (شہادت کے کسی حصہ کو خواہ ذہن سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے) بھول جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اس آیت میں ضلال کا معنی بھول جانا ہے۔ جب قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ ضلال کا استعمال غلطی کرنے اور بھول جانے پر بھی ہوتا ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی منقولہ روایت میں اگر ضلال و ضل کے الفاظ حکمین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں آئے ہیں تو مولانا ابوریحان نے ان سے گمراہ ہونا ہی کیوں مراد لے لیا۔ کیا یہاں ضل سے مراد غلطی نہیں لیا

جاسکتا اور پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے خود ہی یہ تصریح فرمادی کہ مراد ضل سے ان کی اجتہادی خطا ہے۔ تو پھر ابوریحان صاحب نے یہ غیر عالمانہ اور غیر عادلانہ اعتراض کیوں کیا ہے؟ کیا یہ سبائیوں کا طریق کار نہیں ہے؟

قسط: 23 کا حباب تڑھ

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ:

مولانا محمد اُسامہ حنفی صاحب نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی متنازع عبارت (از اجلہ صحابہ نمى شماريم) کے مولانا انوار الحسن شیر کوٹى رحمہ اللہ والے ترجمے (اور پھر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے ہیں) کو ان کا تسامح قرار دیا تھا۔ اس پر آئینہ ساز کو اعتراض ہے کہ مولانا کا ترجمہ درست ہے اور اسے تسامح قرار دینا حنفی صاحب کی غلطی ہے۔ جناب! یہ حنفی صاحب کا موقف نہیں بلکہ محقق اہل سنت، مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس کا وہ ترجمہ نہیں کیا جو مولانا شیر کوٹى رحمہ اللہ نے کیا تھا۔ خیر! یہ تو ایک رائے ہے جسے غلط کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس ترجمے کو صحیح مان کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہمارے اکابر میں سے کئی حضرات نے اسے درست تسلیم کیا ہے۔ اور آئینہ ساز نے یہ جو کہا کہ ترجمہ شیر کوٹى صاحب نے کیا تو ان کا تسامح اور ہاشمی صاحب نے نقل کیا تو ان کی خیانت کیسے؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ہاشمی صاحب کا ترجمہ نقل کرنا خیانت نہیں بلکہ اسے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ذمے لگانا خیانت ہے۔ پھر اس کے بعد اسامہ حنفی صاحب نے اس ترجمے کو تسلیم کر کے بھی جواب دیا ہے کہ تسلیم کر کے بھی یہ عبارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین و تنقیص نہیں بنتی۔ اسے ان کی توہین و تنقیص قرار دینا دراصل ہاشمی صاحب کی خیانت ہے۔

قسط: 24، 25 کا حباب تڑہ

ان میں بھی وہی ترجمے والا اعتراض دہرایا گیا ہے۔

☆.....☆.....☆

☆☆☆

الحمد للہ آج بروز اتوار

بتاریخ 11 شوال المکرم 1442ھ بمطابق 23 مئی 2021ء

بوقت شام 6:58

اللہ کریم کی مدد و نصرت اور بزرگوں کی دعاؤں کی بدولت

یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دعا ہے کہ اللہ کریم اسے قبول فرما کر

مجھے

اور میرے حق میں ہمہ وقت دعا گو میرے والدین، اساتذہ، بزرگوں

اور اس کام میں تعاون کرنے والے تمام احباب

کو اس کا احسن اجر عطا فرمائے۔

اور ہم سب کو علماء دیوبند کے مسلک حق اہل السنۃ والجماعۃ پر شرح صدر نصیب فرمائے۔

والسلام

عمید اللہ حسین

ملتان

”من لم يعرف الشریق فیه“

”جو شر کو جانتا تک نہ ہو، وہ اس کا شکار ہو جاتا ہے۔“ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند بالخصوص دفاع اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم
اجمعین کے میدان میں مصروف کار افراد کے لیے ایک قیمتی تحفہ... دفاع صحابہ کے مقدس
لبادے میں اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف بدگمانی و بدزبانی کے گمراہ کن جراثیم پھیلانے
والے مشہور ناصبی محقق پروفیسر طاہر علی الہاشمی خاں و کذاب کی علمی خیانتوں، تحقیقی
خامیوں اور تصنیفی بددیانتیوں کو بے نقاب کرنے والی معرکہ آراء کتاب

پروفیسر طاہر ہاشمی کی علمی خیانتیں

تالیف:

مولانا محمد أسامہ حنفی حفظہ اللہ

شاگردِ رشید: متکلم اسلام، سفیر احناف، وکیل علماء دیوبند مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم العالیہ
پسند فرمودہ:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ العالی

امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ / سرپرست مرکز اہل السنۃ والجماعۃ و خانقاہ حنفیہ

وکیل احناف مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ العالی

رئیس: شعبہ تخصص فی الدعوة والاارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ العالی

مرکزی رہنما: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شیخ الحدیث مولانا عبد الرحیم نقشبندی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث: جامعہ محمودیہ جھنگ

استاذ الحدیث مولانا محمد اذہر مدظلہ العالی

مدیر: ماہ نامہ الخیر ملتان و استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

ملنے کا پتا:

النعمان (ملتان)

0321-5393001